Majallah Tahqiq
Research Journal of the
Faculty of Oriental Learning
Vol: 40, Sr.No.116, 2019 pp 83 - 104

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد۴۰، جولائی۔ستمبر۲۰۱۹ء،شمارہ ۱۱۶

کشمیری ثقافت میں دستکاریوں کی جھلک

☆ڈاکٹر سید علی رضا

Abstract:

Kashmir is considered to be a treasure trove of art and crafts and Kashmiri craftsmen are also famous for their expressions in different style of handmade crafts. Kashmiri handicraft is a traditional art of Kashmiri peoples. The article throws a light upon their artistic work, composition, history making and design movement as the arts and crafts of Kashmir testify the Kashmiri artist being a true lover of nature.

Keywords:

انسان کی ابتداءکوزیر بحث لائے بغیر اگر صرف اتنا کہہ دیا جائے کہ وہ اپنے خمیر میں موجود خداداد صلاحیتوں سے نابلد تھا تو بے جا نہ ہوگا یوں اس کی زندگی کا نہ تو کوئی دستور تھا اور نہ ہی مقصد۔اس کی زندگی میں کوئی رعنائی و جاذبیت نظر نہیں آتی تھی یعنی وہ زندگی جیسی انمول چیز کو احسن طریقے سے گزارنے کے طریقے سے ابھی ہمکنار نہیں ہوا تھا لیکن چونکہ انسان قدرت کی تخلیق کا شاہکار اور مظہر فطرت ہے لہٰذا اس نے جلد ہی اپنی جبلت میں گم شدہ صلاحیتوں (سوچنے وسمجھنے، تحقیق وجستجو وغیرہ) تک رسائی کے مراحل طے کرنا شروع کردیئے۔ان مراحل میں وہ جاذبیت موجود ہے جس بنا پر اسے اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ کشمیریات، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

انسانی زندگی کے تمام مراحل یا افعال دو حصوں میں منقسم ہیں۔ پہلی قسم غیر ارادی افعال اور دوسری ارادی افعال جس کے زیر اثر انسان نے جلد یا بادیر حیوان پر فوقیت حاصل کر لی۔ ان ارادی افعال کے تحت انسان نے شروع میں ہی آڑھی ترچھی لائنیں لگا کر ایک ایسے فن کا آغاز کر دیا جو آئے روز ایک نیا روپ اختیار کرنے لگا (بت تراشی، جانوروں کی تصویریں اور علامات وغیرہ) یعنی انسان نے قدیم عہد سنگ میں فن سیکھا مگر جدید عہد سنگ میں وہ معاشی سرگرمیوں میں دلچسپی بھی لینے لگا جس کے نتیجے میں کاشت کاری، تجارت، دستکاریاں یعنی کپڑا بُننا، برتن سازی، جیسے دیگر فنون منظر عام پر آنے لگے یوں اس معاشی ترقی نے انسان میں لالچ اور دشمنیاں بڑھا دیں اور وہ جنگ جدل کا شکار ہو کر زمین کے مختلف حصوں میں پناہ لینے لگا یوں کئی تہذیبیں اس انسانی آماجگاہ پر عروج و زوال سے ہمکنار ہونے لگیں جن کے آثار آج بھی ہمیں پوٹھوہار، مغربی ایشیاء، وسطی ایشیاء، بابل و نینوا، شام، ایران، مصر، وادی سندھ اور روم وغیرہ میں ملتے ہیں۔

خطہ کشمیر کے باشندوں نے بھی دستکاریوں کے ذریعے اپنی تہذیب و ثقافت اور معاشرت کو چار چاند لگائے۔ دستکاری جس کے معنی ہاتھ کا کام یا ہاتھ کی کاریگری کے ہیں یوں اس کے معنی و مفہوم اور تعریف کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ یہ کسی بھی ملک و خطہ کی پہچان ہوتی ہیں تو بے جا نہ ہوگا یوں ان دستکاریوں کے آئینے میں خطہ کشمیر کی تہذیب و ثقافت کی اصل شکل کو دیکھنے سے پہلے وسطی ایشیاء کی قدیم تہذیب کو چوتھی اہم کڑی ایران کی تہذیب کو بھی پیش نظر رکھنا ہوگا کیوں کہ کشمیر میں وارد ہونے والی شخصیت کے دور تک ایرانی سلطنت نہ صرف ایران اور وسطی ایشیا کے علاقوں تک بڑھی بلکہ دریائے سندھ سے دریائے نیل تک شرقاً غرباً پھیل گئی۔ اس کے علاوہ ایشیا کے دیگر علاقوں پر بھی ایرانی قابض ہو گئے اس وقت تک ایرانی سلطنت ایک تجارتی مرکز ہونے کی حیثیت سے دوسری تہذیبوں کے فن کو بھی متاثر کرنے لگی یوں فنون کا تبادلہ ہونے لگا کچھ فنون کشمیر سے ایران اور کچھ ایران سے کشمیر آنے لگے۔ یوں فنون لطیفہ کو اصل فروغ سلطان زین العابدین کے عہد حکومت میں حاصل ہوا۔[۱] اس سے قبل بھی سلاطین کشمیر ان علوم میں دلچسپی لیتے رہے مگر بڈ شاہ نے ترکستان اور ایران کے ساتھ تجارتی تعلقات استوار کر کے اس خطہ کو فنون لطیفہ کی دنیا میں اپنی پہچان پیدا کرنے کے قابل بنایا اس تجارتی رنگ کے زیر اثر یہ امر بھی قابل امر رہنا چاہیے کہ ایران اور ترکستان یا کسی اور تہذیب سے آنے والے فنون لطیفہ کو سلاطین کشمیر نے من و عن دیکھانے کی بجائے اُس کو سیکھ کر اپنی تہذیب و ثقافت میں اور خاص طور پر بڈ شاہ کے دور میں اسلامی رنگ میں پیش کرنے کی ایک ایسی سعی نظر کی ہے جس نے اس خطہ اور اس قوم کو اس فن میں ہمیشہ کے لیے امر کر دیا۔

ویسے یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ جو قوم جتنی مہذب ہوگی وہ ان فنون لطیفہ میں اسی قدر ترقی یافتہ

ہوگی یوں خطہ کشمیر نے ہر فن میں شاہکار پیش کر کے دنیا کو محو حیرت کیا ہے۔ کسی بھی خطہ، ملک و قوم کے کئی ایک فنون لطیفہ ہوتے ہیں مگر اُن میں سے کسی ایک ہی کو شہرت رہتی ہے یا وہ اُس قوم کی پہچان بنتا ہے۔ تاریخ کے اوراق بھی اس بات کے شاہد ہیں کہ ماضی میں بھی یہ خطہ اپنی معاشی زندگی کا زیادہ تر انحصار دستکاریوں پر کرتا تھا یعنی یہ خطہ ماضی میں ایران اور باقی ماندہ اپنی قریبی ریاستوں سے ان دستکاریوں کی بنا پر ہی تجارتی تعلقات بنانے میں کامیاب ہوا۔[۲] کشمیر کی ان دستکاریوں میں شال بافی، قالین بافی، نمدہ و گبہ سازی، پیپر ماشی، کاغذ سازی، ووڈ کارونگ، کشیدہ کاری اور دھات پر کندہ کاری وغیرہ شامل ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ ووڈ کارونگ:

ووڈ کارونگ کے معنی لکڑی پر کھدائی کے ہیں، اصطلاح میں اس سے مراد لکڑی پر کھدائی کے ذریعے گل بوٹے، نقش و نگار بنانا لیا جاتا ہے۔ تاریخی نقطہ نظر سے یہ فن خالصتاً اس خطہ کی پیداوار نہیں ہے بلکہ یہ ترکستان سے کشمیر آیا ہے مگر جلد ہی اس خطہ کے لوگوں نے اس فن میں اپنی تہذیبی شکل کو عیاں کر لیا کیوں کہ کشمیر میں عمارتی لکڑی کی فراوانی تھی یوں جلد ہی عام مکانات بھی لکڑی کے بنائے جانے لگے مگر ساتھ ہی ان مکانوں کی چھتوں کو خوبصورت نقش و نگار سے مزین کرنے کی کوشش بھی دکھائی دینے لگے۔ اس فن کے اب تک کئی جز و پوشہ کوندوری، سادہ کوندوری، چار خانہ، شش ستارہ، شش پہلو جعفری، جہاں شیریں، طوطہ شہہ تیر وغیرہ کے ناموں سے سامنے آ چکے ہیں۔[۳] یعنی یہ فن اب تک درجنوں ڈیزائن میں منقسم ہو چکا ہے۔ اس فن میں دستکار کو بہت محنت و مشقت اور دلچسپی و توجہ سے کام لینا پڑتا ہے۔ اس فن کے بارے میں امپیریل گیزیٹر آف انڈیا، کشمیر اینڈ جموں میں رقم ہے:

> Woodcarver works with hammer and chisel. The carving is now much bold rather than it was formaly, the patterns are larger and the carving very deep. Beautiful ceilings of perfect design, cheap and effective are made by a few carpenters.(4)

لکڑی پر نقش و نگاری کا کام کشمیر میں زمانہ قدیم سے ہی موجود تھا جس کا ایک نمونہ ہمیں مسجد مدنی کے دروازہ کی صورت میں ملتا ہے۔ جامع مسجد، مسجد مدنی اور ہمدانی کی مسجد میں جالی کے پردے اس بات کی علامت ہیں کہ یہ جالی کے پردے پہلے بھی موجود تھے۔ دوسری طرف جب مغلوں نے ان عمارات کی دوبارہ تعمیر شروع کی تو اس وقت ان کے پرانے نقوش کو برقرار رکھنے کی کوشش کی جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی

رہے۔ان عمارات کی اندرونی اور بیرونی زیبائش کشمیری کاریگروں کے لیے ہی مخصوص ہوکر رہ گئی یعنی یہ فن صرف کشمیری باشندوں کے پاس رہا یوں بعد میں انہوں نے اس فن کو مینا کاری، لیتھ ورک اور چھتوں کی زیبائش کے لیے استعمال کرنے لگے۔اس فن میں کشمیری کاریگر مہارت تامہ رکھتے تھے۔انیسویں صدی عیسوی میں یورپی سیاحوں کی آمد ان کاریگروں نے اس فن میں تبدیلی کرنا شروع کردی پرانے نمونوں کی بجائے جدید نمونوں کو فروغ دیا جانے لگا۔اس فن پر کچھ مسلمانوں کی آمد سے بھی فرق پڑا لیکن سب سے نمایاں فرق ہمیں بڈشاہ کے عہد میں نظر آتا ہے جس کی سب سے بڑی مثال اس عظیم بادشاہ کا اپنا محل تھا جس کو باغیوں نے جلا دیا تھا۔اس فن میں اخروٹ کی لکڑی کا بھرپور استعمال ہوتا ہے۔جیسا کہ فوق لکھتے ہیں:

> ''ایسا ہی اخروٹ کی لکڑی پر کام کا نمونہ شاہ جارج پنجم کی تاج پوشی کے موقع پر لگائے جانے والی دھلی دربار کا مرکزی دروازہ ہے یہ دروازہ پھول بوٹوں اور جیومیٹری کی شکلوں کا ایک حسین امتزاج ہے۔''(۵)

لداخ میں سب سے زیادہ لکڑی کا کام بدھ بھکشوؤں کے محلات، مکانات اور ڈیروں پر نظر آتا ہے۔ کشمیر اور لداخ کے پہاڑوں پر اُگنے والے یہ درخت دستکار کے لیے ایک عطیہ ہیں۔کشمیری دستکاروں کے لیے بید کی لکڑی محدود پیمانے پر میسر ہے اور ریاست کے باہر اس کی فروخت پر پابندی ہے جس سے ایک اُمید کی جا سکتی ہے کہ یہ فن کشمیر سے ناپید نہیں ہوگا۔

ووڈ کارونگ کا فن بھی جدید دور سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا اس فن میں بھی آئے روز جدت آتی جارہی ہے اب تک کئی جدید ڈیزائن ہزار گردان، ہشت ہزار اور بادم ہزار وغیرہ انسانی ذہن کے اختراع کا حصہ بن چکے ہیں۔ یہ اپنی فن اپنی انفرادیت کی وجہ سے سیاحوں میں بہت مشہور و معروف ہے جس بنا پر اس کی مانگ بیرونی ممالک میں روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ادی کشمیر میں کشمیری کاریگر اس فن پر بھرپور توجہ دے رہے ہیں اور اس فن کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہ صرف مقبوضہ جموں وکشمیر بلکہ آزاد جموں وکشمیر کے دارالحکومت مظفرآباد میں بھی ووڈ کارونگ کے کئی کارخانے لگائے جا چکے ہیں۔

۲۔ شال بافی:

لباس کسی ملک کے جغرافیہ، موسمی حالات اور مذہبی وثقافتی روایات کے مطابق تیار کیا جاتا ہے۔ قدیم عہد میں کشمیریوں کا لباس الگ تھا۔اسلام کے آنے کے بعد ملک کی بڑی آبادی نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کرلیا جو اس بات کی ضمانت ہے کہ اُن کے لباس میں بھی کچھ تبدیلیاں ضرور آئی ہوں گی یوں یہاں ترک، ایرانی اور مغل تہذیب کے زیر اثر معاشرت میں تبدیلی کے آثار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

شال جولباس کا ایک اہم جز ہے اس کے آثار ہمیں قدیم کشمیری صنعت میں بھی ملتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں شال کا رواج تھا مگر جب وسط ایشیا کے مختلف خطوں میں شال یا شالکی نامی چادر کے نام ملتے ہیں تو یہ قرین قیاس ہے کہ یہ صنعت بھی کشمیر میں ترکستان سے ہی آئی ہوگی اور تجارت کے ذریعہ آس پاس کے علاقوں اور خطوں میں مقبولیت اختیار کر گئی۔ جموں کشمیر میں شال کو اور ناموں سے بھی پکارا جاتا ہے مثلاً مشہد اور اند جان مگر خاص طور پر وادی کی شالوں کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی اور علاقہ کو حاصل نہیں ہوسکتی کیوں کہ یہ شالیں ایک خاص قسم کے پشم (پھمب) سے تیار کی جاتی ہیں جو تبت اور لداخ میں پائے جانے والی خاص بھیڑوں کی اون سے تیار کی جاتی ہیں۔ اس اون یا پشم کے صنعت کاروں کو تبت بقال کہا جاتا تھا جو وقت کے ساتھ کشمیریوں کی ایک گوت (ذات) بن چکی ہے۔ اس حوالے سے سر فرانسس ینگ ہسبنڈ لکھتے ہیں:

> The best shawls are made from the very fine wook, known as pashm, underlying the long hair of the Tibetan goat, which is woven into a delicate material called pashmina on which the shawl patterns are worked.(6)

کشمیر میں پائی جانے والی صنعتوں میں مشہور ترین کپڑے کی صنعت جیسے شال، ریشم اور غالیچے وغیرہ نے ۱۹۲۵ء تا ۱۸۴۶ء تک عالم گیر شہرت حاصل کر لی تھی اگر چہ ان میں سے شال کی صنعت عروج کو پہنچی لیکن یہ زوال کا شکار بھی ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ چوب کاری یا املا کار شال کی صورت میں ایک بار پھر عروج سے ہمکنار ہوتے ہوئے دکھائی دیتی ہے۔ اس صنعت کے تاریخی نام کے بارے میں تزک جہانگیری میں درج ہے:

> ''کشمیری شال کا نام حضرت عرش آشیانی نے 'پرم نرم' رکھا تھا۔ یہ انتہائی مشہور ہونے کی وجہ سے کسی تعریف کی محتاج نہیں ہے۔'' (۷)

کشمیری شال کشمیر کے قدیم ترین صنعتوں میں شمار کی جاتی ہے اس حوالے سے راج ترنگنی میں گرم اور نرم وولن کا ذکر ملتا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کپڑوں کی پیداوار دسویں صدی کے آخری حصے میں متاثر ہوئی اور اس کا دوبارہ احیاء تب ہوا ہوگا جب سید علی ہمدانی نے ۱۳۷۸ء میں کشمیر کا دورہ کیا۔

شاہ ہمدان کی کوششوں سے شال چودھویں صدی عیسوی کے آخر میں بنی شروع ہوئی۔ سلطان قطب الدین جب کشمیر کا حکمران تھا تو اُس نے اِس صنعت کی ہر طرح سے سرپرستی کی۔ دو سال بعد شال کی صنعت نے خاصی ترقی حاصل کی۔ اس شخصیت نے شال کی بناوٹ کو متعارف کروایا اور اس پر سرخ اور سبز رنگ کی مسلسل دھاریوں میں پھول اور مختلف قسم کے ڈیزائن بنائے، کشمیر میں شال کی صنعت انتہائی پرانی

ہے۔اشوکا کے دور یعنی بدھ دور حکومت میں سے بھی ہمیں اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ کشمیری شال پر خصوصی توجہ دی گئی مگر ایام گردش نے اس فن کو زوال سے روشناس کروادیا۔اس قدیم صنعت کے بارے میں 'رامائن اور مہابھارت' وغیرہ میں بھی اس بات کے شواہد ملتے ہیں کہ کشمیر میں شال بافی کا فن موجود تھا۔۸ شال بافی کا فن کشمیر میں کب آیا اور کیسے اس خطہ میں پھلتا پھولتا رہا؟ یہ وہ اہم سوالات ہیں جن کا جواب مورخین اور محققین اپنی اپنی علمی وتحقیقی بساط کے مطابق آج تک مختلف مضامین کے ذریعے دینے کی کوشش کر رہے ہیں جن میں زیادہ تر کی رائے یہی ہے کہ یہ فن اس خطہ میں وسط ایشیا سے آیا ہے۔حقیقت کچھ بھی ہو لیکن یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ کشمیر میں شال بافی کا فن بہت قدیم ہے۔

قدیم دور سے ہی یہ شالیں اپنی خوبیوں اور ڈیزائنوں کی بنا پر سلطنت روما میں ایک صنعت کا درجہ پا چکی تھی بعد میں امیر کبیر حضرت شاہ ہمدان نے اس صنعت میں پر خاصی توجہ دے کر اس کو فروغ دیا تو بعد میں ناز بیگ (مرزا حیدر دغلت کا عہد) نے کشمیر میں آکر اس فن کو مزید تقویت بخشی۔کشمیر کی یہ صنعت کئی بار عروج زوال سے ہمکنار رہی اس سلسلے میں ڈاکٹر صابر آفاقی لکھتے ہیں:

> مغل بادشاہ کشمیری شال کے دلدادہ تھے،اکبر مشرقی ترکستان کے شہر سے بافندے کشمیر لایا جنہوں نے شال بافی میں تبدیلیاں کیں،شال کے رنگ اور لمبائی میں تبدیلی کی گئی اسی عہد میں چغہ کا ڈیزائن تیار ہوا۔اس عہد میں شال حکومت برآمد کرتی تھی اور دہلی وآگرہ اس کی منڈیاں تھیں۔افغانوں نے غیر ملکیوں کو کشمیر سے نکال باہر کیا اور شال بافی پر بھاری ٹیکس عائد کر دیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ صنعت پھل پھول نہ سکی۔(۹)

کشمیر میں جتنی شالیں بنتی تھیں ان کا ۸۰ فیصد فرانس برآمد کرتا تھا جبکہ ۱۰ فیصد اٹلی، برطانیہ اور روس، ایک فیصد حاصل کی جاتی تھیں جن کا سائز ساڑھے تین میٹر ہوتا تھا۔بیرونی ممالک میں ان شالوں کو Capra Sibirea (لداخی بھیڑوں) کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ان بھیڑوں سے عام طور پر سالانہ ۲ پونڈ اون حاصل کی جاتی ہے۔کشمیری شال یعنی دوشالے دنیا بھر میں ہردلعزیز ہیں اور آج تک کشمیر جیسی شالیں کسی اور جگہ نہیں بن سکیں۔اس سلسلے میں فریڈ-ایچ،اینڈریو(Fred H.Andrews) لکھتا ہے:

> The most celebrate wearing in perhaps that of the Kashmir shawl still woven, today, on a hand loom.(10)

عہد اکبری میں ان شالوں کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس صنعت پر پھر بھرپور توجہ دی جانے لگی یوں اس عہد میں ان کے سائز اور رنگوں میں اضافہ کیا گیا مثلاً لال، قومزی، کالی، صندلی، بادامی، ارغوانی، عنابی اور کاسنی وغیرہ۔(۱۱)

کشمیری شالیں اپنے رنگوں، ڈیزائنوں اور سائز کی بنیاد پر کئی ایک اقسام میں تقسیم کی جاتی ہیں جن میں چند ایک اقسام درج ذیل ہیں:

۱۔ جوہری شال:

یہ شال باریک اور پتلی کور کی ہوتی ہے۔

۲۔ حاشیہ دار شال:

ایسی شال جس کے چاروں طرف صرف حاشیہ پر اونی دھاگے سے کڑھائی کی جاتی ہے اور اس کا درمیانی حصہ بالکل صاف ہوتا ہے۔

۳۔ یک رخی شال:

اس شال کے صرف ایک ہی طرف کڑھائی کی جاتی ہے۔

۴۔ دورخی شال:

اس شال کے دونوں رخوں پر ایک جیسی اونی کڑھائی کی جاتی ہے یوں اس کا الٹا سیدھا رخ نہیں ہوتا۔

۵۔ شکارگاہ شال:

وہ شال جس کے درمیان میں جانوروں کی شکلیں اونی دھاگے سے بنائی جاتی ہیں۔

۶۔ چار باغ شال:

وہ شال جس کے حاشیہ یا سائیڈوں پر بیل اور درمیان میں (متن) میں بڑے بڑے پھول اور کونوں پر عمدہ قسم کا کام کیا جاتا ہے۔

۷۔ سابہ یا کساوا شال:

یہ صرف سر پر اوڑھنے یا گلے میں باندھنے کے لیے ہوتی ہے یہ زیادہ تر عورتیں بال چھپانے کے

لیے استعمال کرتی ہیں تاکہ سر ننگا نہ ہو اور بال گرد سے محفوظ رہیں۔

۸۔ آملی شال:

وہ شال جس کے چاروں اطراف اور درمیان (متن) میں بھی کڑھائی کی گئی ہو۔

۹۔ تلی دار شال:

یہ شال نرم ریشم سے تیار کی جاتی ہے اس کو دو حصوں میں تیار کیا جاتا ہے پھر دونوں رفو سے جوڑ دیا جاتا ہے۔

شال بافی وادی گل پوش میں تقریباً تین سو سال کے دوران مختلف مراحل سے گزرنے کے باوجود بھی اپنے وجود اور اپنی اہمیت وافادیت کو موجودہ دور تک برقرار رکھے ہوئے ہے۔ ان تین سو سالوں میں کشمیر میں چار مختلف بیرونی حکمرانوں خاندانوں، مغل، افغان، سکھ اور ڈوگرہ نے حکومت کی۔ ان تین صدیوں میں کسی بھی عہد کو یا لوگوں کو شال کے ارتقاء میں خاص اہمیت کا حامل قرار دینا ناممکن ہے کیوں کہ ہر دور میں کشمیری کلچر پر انمنٹ نقوش چھوڑے گئے ہیں۔ تاریخی حالات و واقعات نے کشمیری شال کے ارتقاء پر خاطر خواہ اثرات مرتب کیے اور اس کی ترقی میں ہمیں امن جنگ خوشحالی اور بدحالی اور اس کے ساتھ ساتھ حکمرانوں میں تبدیلی اور ان کی سرپرستی میں کمی وبیشی نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

مغل عہد میں اکبر نے اپنے بیس سالہ دورِ حکومت میں کشمیری صنعت کو فروغ دیا جس میں شال بافی کو خاص طور پر سرپرستی حاصل رہی۔ کشمیر میں افغان دور جو کئی اعتبار سے تاریک دور کہلاتا ہے، اس عہد کے گورنر حاجی دار خان کے دورِ حکومت (۱۷۸۳ء۔۱۷۷۶ء) میں شال پر بھاری ٹیکس عائد کر دیا گیا جو شال بافی کے فن میں رکاوٹ بنا۔[۱۲] کشمیر میں شال بافی کی یہ صنعت سکھوں کے عہد میں بھی کسی حد تک زندہ نظر آتی ہے مگر ترقی کی منازل طے نہ کر سکی البتہ ڈوگرہ عہد کی تمام ترنحوستوں کے باوجود یہ صنعت بام عروج پر پہنچی نظر آتی ہے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں کشمیری اس صنعت میں اپنے فن، لگن، اختراع اور جدت کے سبب دنیا میں پہچانے جانے لگے۔

۳۔ قالین بافی:

قالین تیار کرنے کے لیے جانوروں کی اُون استعمال کی جاتی ہے اس امر کی نشاندہی شال بافی میں بھی ہو چکی ہے کہ کشمیر میں گلہ بانی (مویشی پالنا) معاشی سرگرمیوں کا ایک اہم جز و رہا ہے۔ اگر چہ اس خطہ میں

منظّم گلہ بانی کا رواج نہیں تھا بلکہ یہ لوگ غیر منظّم طریقے سے اپنی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے پہاڑوں اور وادیوں میں ان جانوروں کو پالتے تھے ان میں زیادہ تر لوگ خانہ بدوش ہوتے تھے اس خطہ میں جہاں شال بافی کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی مل رہی تھی وہاں قالین بافی کے فن کو ترقی ملنا ایک ظاہری امر تھا مگر اس کے باوجود کشمیری ابھی قالین بافی کے فن سے نا آشنا تھے۔ قالین بافی کے فن کو کشمیر میں متعارف کروانے والا عظیم بادشاہ زین العابدین (بڈشاہ) تھا کیوں کہ وہ صنعت وحرفت پر دل و جان سے نثار تھا اور وہ خطہ کشمیر میں مختلف صنعتوں کو ترقی کی راہوں سے روشناس کروانا چاہتا تھا۔ اس گل پوش وادی میں قالین بافی کی درآمد کے حوالے سے ایس۔ کے شرما اور ایس۔ آر بخشی کی تحریریوں ملتی ہے:

> Carpet making was first introduced into Kashmir by Zain-ul-abedin, who ruled 1423 A.D to 1474 A.D.(13)

شال بافی کی طرح اس فن کو بھی کئی مراحل سے گزرنا پڑا۔ بڈشاہ کے عہد حکومت میں علم وادب اور فن پر بہت توجہ دی گئی جس وجہ سے کشمیر میں صنعت وحرفت عروج پر رہی اور اس میں قالین بافی کی صنعت واضح رہی۔ یہ صنعت کشمیر میں ۱۴۴۵ء میں متعارف کرائی گئی جو بڈشاہ کی وفات کے بعد پھیلتی پھولتی رہی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ صنعت کمزور ہوتی گئی اور آخر کار زوال پذیر ہوئی۔

بڈشاہ سے قبل اس صنعت کو کشمیر میں متعارف کروانے والے حضرت میر سید علی ہمدانی تھے جو کشمیر اپنے ہمراہ اس فن کے ماہر کاریگروں کو لے کر آئے اور کچھ عرصہ کے بعد یہاں ایرانی طرز اور ڈیزائنوں پر قالین تیار کیے جانے لگے مثلاً اردبیل، کاشان، اصفہان، بخارا جیسے ڈیزائنوں کے علاوہ گلکاری اور قدرتی مناظر والے قالین بھی بنائے جانے لگے۔

جو سخت محنت اور توجہ طلب کام تھا جس میں کشمیری کاریگروں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ہاتھ سے قالین بنانے کی یہ صنعت کشمیر کے گھر گھر میں داخل ہو چکی ہے ایسا لگتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے کشمیر کے حسن کو قالین بافی میں اجاگر کرنے کی ایک کوشش کی ہے جس بنا پر یہ قالین دیکھنے والے کی آنکھ میں سما جاتے ہیں۔ ایس۔ کے شرما لکھتے ہیں:

> The hand made carpet industry of Kashmir is now the single largest industry in the state. Although, the work is done by hand, The industury is highly organized and has all the essentials of a large scale of modern concern.(14)

یہ قالین اپنی نفاست وخوبصورتی کی بنا پر پوری دنیا میں توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں اور کشمیریوں نے

بھی اس صنعت کی اہمیت وافادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس میں مزید بہتری لانے کی کوشش جاری وساری ہے کیوں کہ یہ خطہ اس صنعت سے کروڑوں روپے کا زرِمبادلہ کما رہا ہے لیکن برصغیر کی تقسیم اور جموں وکشمیر کی موجودہ صورتحال نے اس صنعت کو ترقی کی منازل طے کرنے میں کافی رکاوٹیں پیدا کر رکھی ہیں۔

۴۔ نمدہ و گبہ سازی:

نمدہ و گبہ سازی سے مراد ایسی اشیاء ہیں جو فرش پر بچھانے کے کام آتی ہیں۔نمدہ سازی کی صنعت یارقند سے کشمیر میں پہنچی ہے اس حوالے سے ڈی۔این صراف لکھتے ہیں:

The Namdah originally came from Yarkand. It was partly embroided in Kashmir.(15)

گبہ کشمیر میں بہت مشہور ومعروف ہے یہ خاص طور پر انت ناگ کے نواحی علاقوں اور اس کے نواحی دیہاتوں میں استعمال ہوتا ہے۔اس کو استعمال شدہ لوئیوں کو دھونے، سکھانے، دبانے یا خراب ہونے کے بعد بنایا جاتا ہے۔اس کو مختلف رنگوں میں رنگا جاتا ہے یہ خالص گھریلو صنعت ہے جس کی تیاری میں تمام اہل خانہ اور خاص طور پر لڑکیاں اور عورتیں کڑھائی کرنے والے مردوں کا ساتھ دیتی ہیں۔ان عورتوں نے وقت کے ساتھ ساتھ ان ضائع شدہ کپڑوں پر کڑھائی کرنا بھی شروع کر دی ہے۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ قالین امیر لوگوں کے لیے اور گبہ غریب کے لیے اگرچہ دونوں کو ہی فرش پر بچھائے جاتا ہے۔انت ناگ میں جو گبہ بنایا جاتا اس پرانے کپڑوں سے جوڑ کر بنایا جاتا ہے۔اس کے علاوہ ایک اور گبہ اونی اور سوتی دھاگے سے گلکاری کے ساتھ بنایا جاتا ہے یوں یہ کہا جاسکتا ہے کہ گبہ کی بڑی اقسام ہیں:

۱۔ کڑھائی کیا ہوا گبہ

۲۔ اپلک شدہ گبہ

اپلک کے کام میں کڑھائی کی بجائے نمونے کڑھائی کرنے کی بجائے کپڑا کاٹ کر لگایا جاتا ہے گبہ پر صاف ستھری کڑھائی کی جاتی ہے اور یہ کڑھائی زیادہ تر اونی دھاگے سے کی جاتی ہے بعض میں سوتی دھاگہ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔اپلک شدہ کام میں رنگے ہوئے کمبل کے ٹکڑوں کو جوڑ دیا جاتا ہے اور کڑھائی کی مدد سے انہیں پھیلا دیا جاتا ہے۔ماضی سے لے کر اب تک یہ صنعت دیہاتوں میں جمی ہوئی ہے اور اب تو کشمیری لوگ گبہ سیر وتفریح پر جانے اور فرش پر عارضی طور پر بچھانے اور رنگ برنگی چٹائیوں کے طور پر استعمال کرتے

ہیں تاہم گبہ کا فن اپنا روایتی پن کھو رہا ہے اب تو ضائع سامان کی بجائے فومی کمبل استعمال کیے جا رہے ہیں جن پر کام کرنا نسبتاً آسان ہے۔

کشمیر کی یہ صنعت اگر چہ چھوٹی سطح پر ہے مگر اپنی فن کاری کی وجہ سے بڑی مشہور و معروف ہے۔ان اشیاء کو تیار کرنے میں کم محنت اور کم وقت لگتا ہے۔اس صنعت میں اون کے ریشوں کو ہموار بچھا کر اس پر صابن کا پانی چھڑک کر چٹائی میں لپیٹا جاتا ہے اور پھر اس کو ملیدہ کر کے یک جان بنایا جاتا ہے اس کے بعد اس پر اون سے گل بوٹے وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔۱۶؎ اس کو بچھانے کے علاوہ ڈیکوریشن کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔اس صنعت کو نہ صرف کشمیر بلکہ دوسرے ممالک میں بھی مانگ ہے جبکہ گبہ سازی میں کمبلوں اور لوئیوں کو رنگ کر ان پر اونی یا سوتی دھاگے سے کشیدہ کاری کی جاتی ہے اور یوں ڈیزائنوں کے گبے تیار کیے جاتے ہیں جو فرش پر بچھانے کے کام آتے ہیں۔

۵۔ لوئیاں اور پٹو:

اون کے پٹو اور لوئیاں بنتے تو جولاہے ہیں مگر اون کاتی گھروں میں جاتی ہے پھر لوئی کے بمل بٹنے کا کام بھی گھروں میں بچے اور عورتیں کرتی ہیں۔دوسرے لفظوں یوں کہا جا سکتا ہے کہ خام مال کو گھریلو صنعتوں کے ذریعے استعمال میں لایا جاتا ہے چونکہ موٹی اون اچھی چیز تیار کرنے میں کم ہی استعمال ہوتی ہے تو اُس اون کو استعمال میں لانے کے لیے گرم لوئیاں اور کمبل تیار کیے جاتے ہیں نیز کوٹ اور چوغے (چغے) بنانے کے لیے پٹو بھی تیار کیے جاتے ہیں۔ان گھریلو صنعتوں کے مراکز عام طور پر وادی کشمیر، سوپور، بانڈی پورہ اور اسلام آباد (اننت ناگ) میں عام طور پر پائے جاتے ہیں۔لوئیاں اور پٹو میں بھی عام طور پر بھیڑ کی اون استعمال کی جاتی ہے مگر ان کو وسیع پیمانے پر تیار کرنے کی بجائے عام طور پر گھروں میں ہی تیار کرنے کو ترجیح دی جاتی ہے۔اس سلسلے میں پی-اے کول رقم طراز ہیں:

> Pattoo; is homespun cloth, chiefly woven by villagers, it is made from sheep's wool. The best pattoo is made at Zaingir, a place called after Zain-ul-Abedin. It may by plain or in different patterns, striped and checked in imitation of Soctch tweeds.(17)

لوئی کشمیری عوام کے لیے انتہائی ضروری ہے چوں کہ وہاں سردی زیادہ ہوتی ہے۔سرد علاقہ ہونے کی وجہ سے اس خطہ میں لوئی بنانے کو گھر گھر میں بنانے کا رواج ہے۔ان لوئیوں کے بارے میں پی-اے کول

دوبارہ لکھتے ہیں:

> The Looi or blanket made from Kashmiri wool is a very serviceable article. It is either ekbari (one width) or dobary (tow breadths sewn together). The value of loois, pattoo etc., exported annually from Kashmir is estimated at about three lakhs of rupees.(18)

۶۔ کشیدہ کاری:

کشیدہ کاری سے مراد کپڑے پر گل بوٹے بنانا لیا جاتا ہے۔کشمیر کے بعض دیہات اور گھروں میں آج بھی لوگ شلوار اور قمیض اون کی بنی ہوئی ہی استعمال کرتے ہیں۔اس اُون کی کتائی کا سارا کام گھروں میں ہی ہوتا ہے۔زیادہ تر یہ کپڑے گھروں میں سیئے جاتے ہیں یوں بہت سے لوگ شوقیہ شلوار کے پائنچوں پر اور قمیض کے بعض حصوں پر کسی رنگ دار دھاگے سے کشیدہ کاری کو بہت پسند کرتے ہیں۔اس حوالے سے ڈاکٹر صابر آفاقی لکھتے ہیں:

> عورتیں گھروں میں اس پر بڑی محنت کرتی ہیں۔خاص کر کالے کپڑے پر ریشم کے رنگا رنگ لچھوں سے ایسی کشیدہ کاری ہوتی ہے کہ آدمی دیکھے اور حیرت میں ڈوب جائے۔۱۹

زنانہ و مردانہ لباس پر کشیدہ کاری کے علاوہ پلنگ پوش، میز پوش، ٹیبل شیٹ، پردے اور مختلف نمائشی اشیاء پر بھی خوبصورت انداز میں کشیدہ کاری کی جاتی ہے۔کشیدہ کاری کے مراحل اور فن کے بارے میں پی-اے کول لکھتے ہیں:

> Embroidery in Kashmir is done in four styles: (1) Amli, (2) Chikan (minute stain stich), (3) Doori (Knot Stich) and (4) Yarma.(20)

کشمیر میں اس صنعت کا استعمال تقریباً تین ہزار سال سے چلا آرہا ہے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ کشمیر کی سیاسی صورت حال اس حد تک خراب ہوئی ہے کہ آج اس کی ہیئت کو پامال کیا جا چکا ہے۔یوں اسے حالات میں گنی چنی دستکاریاں ہی اپنے وجود اور رسم و رواج کو برقرار رکھ سکی ہیں۔اس صنعت پر بھی کشمیر کی سیاسی صورت حال نے کافی برے اثرات مرتب کیے ہیں۔

۷۔ دھات پر کندہ کاری:

اوزار بنانے کا فن کشمیر میں وسط ایشیا سے آیا تھا۔ کشمیر میں مغلوں کی آمد سے قبل مختلف دھاتوں کا سامان تیار کرنے اور اس پر کندہ کاری کرنے کا کام بہت عام تھا۔ یہ فن خاص طور پر چاندی کے برتنوں پر دکھائی دیتا تھا جس کو بعض محققین نے ساسانی عہد سے بھی منسوب کیا ہے۔ اسلامی دور کے اوائل کی بہت سی چاندی کی رکابیاں ملتی ہیں جن پر شکار کے منظر دکھائی دیتے ہیں۔ چودھویں صدی کے اوائل کے کئی ایک ایسے برتن بھی ملتے ہیں جن پر تاریخیں درج ہیں۔ عہد مغلیہ میں یہ فن صنعتوں اور گھریلو اور مذہبی رسوم کا حصہ بن گیا اور یہ لوگ تانبے اور دھاتوں کا عام استعمال کرنے لگے یعنی زیورات کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہاں سونے اور چاندی کے زیورات اور ان کی آرائش جواہرات اور میناکاری سے کی جاتی تھی۔ میٹروپولیٹن میوزیم میں اس قسم کے زیورات کا ایک خاصا بڑا مجموعہ محفوظ ہے۔ زیورات کے علاوہ کشمیر میں تلواریں، نیزے اور سامانِ حرب کے علاوہ منقش ظروف بنانے کا کام عروج پر تھا۔ مغل جو خود اس کو بمشکل تسخیر کر سکے اپنے عہد میں انہوں نے یہاں ہر قسم کے اسلحے پر پابندی لگادی اس کے علاوہ اس خطہ میں اس رسد اور پیداوار بھی پابندیاں عائد کردی گئیں۔ جبکہ اس سے قبل یہاں کے لوگ اس فن اور اس کے استعمال سے بخوبی واقف تھے اس سلسلے میں مصنف موصوف رقم طراز ہیں:

> ''کشمیر کی ساختہ تلواروں پر نہایت نفاست وخوبصورتی سے نہایت باریک باریک انسانی و حیوانی تصاویر کندہ ہوتی ہیں۔ تلواروں کا حاشیہ سونے سے چمکدار بنادیا جاتا ہے۔ نیاموں پر نہایت خوبصورت شکلیں اور بیل بوٹے ہوتے ہیں جو شال کے سلمہ ستارہ سے مقابلہ کرتے ہیں۔ تلواروں پر کشمیری ارباب ضائع جو تصویریں بناتے ہیں۔ ان میں عموماً پیدل یا ہاتھی سوار شکاریوں کو کسی شیر یا خونخوار جانور کا تعاقب کرتے ہوئے دکھایا جاتا ہے۔''(۲۱)

۸۔ ظروف سازی:

مغلوں کی اسلحے پر پابندی کے بعد کشمیر عوام کی معاشی سرگرمیوں میں زیادہ تر توجہ ظروف سازی کی طرف مبذول ہوگئی۔ یوں کشمیر میں اس صنعت کو فروغ دیا جانے لگا جس میں سونے، چاندی، سلور اور تانبے کے برتنوں پر دلکش نقش ونگار بنائے جاتے رہے جس کے لیے ماہر کاریگروں کو انتہائی باریک بینی ومحنت سے کام کرنا پڑتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس فن نے بہت ترقی کی اور اس صنعت کو اس قدر فروغ ملا کہ اس میں اب صراحیاں، طشتریاں، رکابیاں، سماوار اور خورد ونوش کے دیگر سامان کے علاوہ کھلیوں کا سامان بنانے کا رواج بھی عام ہوگیا ہے۔ ان دستکاریوں میں کشمیری کاریگروں کی محنت کی جھلک نمایاں طور پر دکھائی دیتی

ہے۔اس سلسلے میں امپریل گیزیٹر آف انڈیا، کشمیر اینڈ جموں میں رقم ہے:

> The Silver-work is extremely beautiful and some of the indigenous patterns, the chinar and lotus leat, are of exquisite design. The silversmith works with a hammer and chisel and will faithfully copy any design that may be given to him.(22)

اس طرح تانبے کی اشیاء جوسری نگر میں تیار ہوتی ہیں، ان پر نقش ونگار کر کے انتہائی خوبصورت انداز میں ڈھالا جاتا ہے جن کی مانگ میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔امپریل گزیٹر آف انڈیا، کشمیر اینڈ جموں میں مزید لکھا ہے:

> The copper-work of Srinagar is admirably adapted for electro-plating and some smiths now turn out a finer kinds of article specially for elector-plating. A large demand has arisen for beautiful copper trays framed as tables in carved walnut wood.(23)

کشمیری عوام نے اس فن میں جی جان سے محنت کر کے اس صنعت کو ترقی کی منزلوں تک پہنچایا ہے۔ پاکستان کے بیشتر شہروں میں یہ کشمیری کاریگر موجود ہیں جو اس فن سے وابستہ ہیں اور ’’کشمیری سلور ورکس‘‘ کے نام سے اس فن کو زندہ رکھا ہوا ہے۔

۹۔ غالیچہ سازی:

غالیچہ سازی بھی کشمیر کی گھریلو صنعتوں میں شمار کی جاتی ہے۔اس سبکدستی کو بھی بڈشاہ کے عہد میں کافی فروغ حاصل ہوا اور اس عظیم بادشاہ کے بعد بھی کئی سال تک غالیچہ سازی کی تجارت کو اہمیت حاصل رہی لیکن جب خانہ جنگیوں کی وجہ سے حالات خراب ہو گئے اور بادشاہوں کو اپنی سلطنت بلکہ جانیں بچانے کی فکر پڑ گئی تو یہ تجارت اور صنعت بھی قریباً معدوم ہو گئی ہے۔

۱۰۔ کاغذسازی:

ہندوستان کو فتح کرنے سے پہلے مسلمانوں میں کاغذ رائج ہو چکا تھا اور مختلف مقامات میں اس کے کارخانے قائم ہو چکے تھے۔ غالباً سمرقند اور خراسان میں سے پہلے اس کا کارخانہ قائم کیا گیا جہاں اس قسم کی

گھاس بکثرت پیدا ہوتی تھی پھر ۷۵۱ء میں روئی سے کاغذ تیار کیا جانے لگا۔ ہارون الرشید عباسی وہ پہلا خلیفہ تھا جس نے باقاعدہ سرکاری برنامہ جاری کیا کہ تمام دفاتر کی کارروائی کاغذ پر لکھی جائے یوں کاغذ کا رواج عام ہو گیا۔(۲۴) چوتھی صدی عیسوی کے آخر میں جب اسلامی تجارت کو فروغ ہوا تو یہ صنعت ہندوستان میں داخل ہوئی اور جیسے جیسے اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا جوں جوں کاغذ کی تجارت بھی بڑھتی گئی پھر چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ہندوستان میں بھی کاغذ تیار ہونے لگا جس کی ابتداء لاہور دربار اور دہلی دربار سے ہوئی۔

کشمیر اپنی صنعتوں کی بنا پر سمرقند بخارا اور ماوراء النہر کے ہم پلہ تھا اس کے علاوہ کوئی ملک یا خطہ ان صنعتوں میں کشمیر کا ثانی نہیں تھا۔ ان صنعتوں میں پتھر کو جلا دینا، پتھر تراشنا، بوتل سازی، تابدان تراشی اور طلائی ورق بنانا خاص طور پر سے قابل ذکر ہیں۔ کشمیر میں صنعت وحرفت کی اس ترقی کا سہرا صرف سلطان زین العابدین کے سر ہے۔ اس عظیم بادشاہ کے عہد میں کشمیری علوم وفنون اور صنعتی وحرفتی کاروبار کا گہوارہ بن چکا تھا۔ اس بادشاہ نے جس صنعت کو بھی خطہ کشمیر کے لیے اہم سمجھا اُس کو دوسرے ممالک میں سے بھی منگوایا پھر یہاں کے ماہر فنون کو اُس فن میں مہارت تامہ کے لیے روانہ کیا ان علوم وفنون میں چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ کاغذ ساز	۲۔ صحاف	۳۔ قالین
۴۔ زین ساز	۵۔ دایہ	۶۔ سنگ تراش
۷۔ شیشہ گر	۸۔ تابدان تراش	۹۔ زرکوب (۲۵)

متذکرہ بالا فنون میں سے کاغذ سازی کا فن بڈ شاہ کے عہد میں نہایت ہی اہمیت کا حامل رہا۔ بڈ شاہ نے صحافیوں اور کاغذ گروں کو کشمیر میں مدعو کیا یا پھر اپنے باشندوں کو وظائف دے کر سمرقند روانہ کیا۔ ان بیرونی کاریگروں کو بڈ شاہ نے دارالخلافہ نوشہرہ میں آباد کیا جس کے آثار آج بھی وہاں ملتے ہیں۔ اس فن کے ماہر لوگوں نے جلد ہی کشمیر میں بننے والے کاغذ کو تجارت کے قابل بنا دیا۔ یوں کشمیری کاغذ تمام ہندوستان میں اپنی صفائی اور پائیداری کی بنا پر پسند کیا جانے لگا جس کا مقابلہ اُس عہد میں کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ صابر آفاقی لکھتے ہیں:

مشرق میں لکھنے کے لیے سب سے اچھا کاغذ کشمیر میں ہی بنتا تھا اور ماضی میں اس کی بہت زیادہ کھپت تھی۔ کشمیری کاغذ میں ایک خاص وصف یہ تھا کہ لکھے ہوئے کاغذ کی روشنائی کو دھو کر اس کو دوبارہ استعمال کیا جا سکتا تھا۔(۲۶)

اس کاغذ کی بنی کتابیں تین تین سو سال تک محفوظ پائی گئی ہیں مگر بڈ شاہ کے بعد اس صنعت پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ اس لیے یہ صنعت آج بھی کشمیر میں زوال پذیر ہے۔ کشمیری کاغذ کی اہمیت اور شہرت کا اندازہ

لگانے سے پہلے ہندوستان کے باقی ماندہ کاغذ یا کاغذ سازی کے کارخانوں کو بھی پیش نظر رکھنا ہوگا تاکہ واضح ہوجائے کہ ہندوستان کے اتنے کاغذ سازی کے کارخانوں میں سے شہرت یافتہ ہونا واقعی ایک خوبی ہے۔

کشمیر میں بننے والا کاغذ اپنی پائیداری کی بنا پر پورے ہندوستان میں مشہور معروف تھا اگرچہ پورے ہندوستان میں کاغذوں کے ان کارنوں کے آثار تلاش کرنا یا کاغذ کے تمام نمونوں کا یکجا کرنا ایک مشکل امر ہے۔اس کے باوجود کشمیر میں بننے والا کاغذ نہ صرف کشمیر میں بلکہ ہندوستان میں بھی مشہور رہا۔کشمیری کاغذ بہت اعلیٰ ہوتا ہے اس کے بھی مختلف اقسام ہیں بعض باریک اور موٹے اور بعض کارخانے ریشمی باریک کاغذ تیار کرتے ہیں۔اس کاغذ کی اصلی خصوصیت چکنائی اور مضبوطی تھی۔۲۷ غیر ملکی اس کاغذ کو پسند کرتے اور استعمال کرتے تھے۔اس کی مثال ہمیں حبیب گنج کے کتب خانہ میں اس کاغذ پر لکھی ہوئی متعدد قلمی نسخوں سے ملتی ہے۔کشمیر میں کاغذ سازی کے حوالے سے محمد دین فوق لکھتے ہیں:

> ’’کشمیر میں کاغذ کا بانی زین العابدین ہی ہے جو صحافیوں اور کاریگروں کو سمرقند سے لایا جس نے اپنے ملک کے نوجوان اس قسم کی صنعتوں کے سیکھنے کے لیے سمرقند میں وظیفے دے کر بھیجا۔کشمیر کا کاغذ تمام ہندوستان میں باوجود اپنی بے انتہا نگرانی کے اپنی صفائی اور پائیداری کی وجہ سے نہایت پسند کیا جاتا تھا۔یہ کاغذ اس قدر پائیدار ہے کہ اس کاغذ پر لکھی ہوئی کتابیں تین تین سو سال سے زیادہ عرصہ تک محفوظ و بے ضرر پائی گئیں ہیں۔‘‘(۲۸)

بڈشاہ کے بعد اور عصر حاضر میں بھی اس صنعت کی کسی نے سرپرستی نہیں کی جس کی وجہ اس کاغذ کے مقابلے میں کئی ایک اخبار مارکیٹ میں سستے ملنے لگے۔اس وجہ سے یہ صنعت آج بھی کشمیر میں زوال پذیر ہے۔اس صنعت کے ساتھ ایک اور کام بھی وابستہ تھا جس کو جلد سازی کہتے ہیں چونکہ زمانہ ماضی میں یہاں نہ تو اتنے چھاپے خانے تھے اور نہ ہی کتابوں کی بہتات تھی۔اس لیے جلد سازی کا بھی رواج بھی کم تھا یوں بڈشاہ کے دور میں جہاں کاغذ کو فروغ حاصل ہوا وہاں جلد سازی کے فن کو ترقی ملی۔دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جلد سازی کا فن بھی کشمیریوں نے ہی دیا ہے۔

۱۱۔ پیپر ماشی:

پیپر ماشی، اصطلاح میں اس سے مراد بوسیدہ کاغذوں پر منقش یعنی نقش و نگار لیا جاتا ہے۔پیپر انگریزی کا لفظ ہے جس کے معنی کاغذ کے ہیں مگر ماشی اطالوی زبان سے لیا گیا ہے جس کا مطلب ردی کپڑوں، روئی گھاس یا لکڑی کے بھوسے یا گھودے کو کوٹ کوٹ کر آٹے کی طرح مالیدہ بنا کر اُس سے کوئی چیز بنانا ہے جسے اصطلاحی نقطہ نظر سے ’’پیپر ماشی‘‘ کہا جاتا ہے۔

کشمیر میں پیپر ماشی کے فن سے بہت سی اشیاء بنائی جاتی ہیں جن میں قلمدان، کپ، جیولری، باکس، ٹیبل، لیمپ وغیرہ۔ علاوہ ازیں کاغذوں کی تشریاں چھوٹی چھوٹی کرسیاں، گلاس، پیالے اور متفرق چیزیں جن پر نہایت خوبصورت بیل بوٹے ہوتے ہیں بنائے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں امپریل گیزیٹر آف انڈیا کشمیر اینڈ جموں میں درج ہے:

> The lacquered work, or papier mache... the work is known as kari-kalamdani as the best specimen of the old work were pen-boxes, but a variety of articles, such as tables, cabinets and trays, are now made, and the richer classes decorate their ceilings and walls.(29)

کشمیر میں پیپر ماشی کا کام سب سے پہلے ہمیں قلمدانی وغیرہ کی صورت میں ملتا ہے جس میں لمبے لمبے صندوق ہیں جن میں قلم، برش اور سیاہی کی دوات وغیرہ رکھی جاتی تھی اور مقامی زبان میں اسے کاری قلمدانی کہتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ پیپر ماشی کا کام مختلف چیزوں میں ہونے لگا۔ مغلوں کے عہد میں یہ فن تعمیر یعنی دروازوں اور کھڑکیوں وغیرہ پر بھی ہونے لگا۔ مغل پیپر ماشی کے بڑے مداح تھے یوں انہوں نے اپنے محلوں کی تزئین و آرائش اور تحفے تحائف بنانے کے لیے دستکاریوں کی خدمات مستعار لی تھیں۔ ایک غیر معروف یورپی سیاح کی بدولت اس فن کی مانگ غیر ممالک میں بھی ہونے لگی اور یورپ کے تاجروں نے مختلف اشیاء پر پیپر ماشی کی ترغیب دی جو کہ ان کے گاہکوں کو چاہیے تھی۔ یہ فن اپنی خوبصورتی اور شہرت کی وجہ سے جلد ہی مغربی ممالک اور فرانس میں مشہور ہونے لگا۔

پہلے پہل دستکار اپنے لیے خود گارا یا مشی بناتا تھا لیکن اب وہ دوسرے دستکاروں کے بنائے ہوئے لکڑی یا دھات کے سانچے استعمال کرتا ہے۔ جب یہ مٹی سوکھ جاتی ہے یا سخت ہو جاتی ہے تو اسے احتیاط سے کاٹ لیا جاتا ہے اور پھر ان دو ٹکڑوں کو لئی سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ لئی جیسے جپسم اور گلو سے بنایا جاتا ہے۔ ماضی میں یہ جپسم بے آباد عمارتوں سے حاصل کی جاتی تھی جب یہ سفید سطح سوکھ جاتی تو اس کو رگڑ رگڑ کر ہموار کر لیا جاتا ہے۔ (۳۰) اس نقشہ پر عمدہ قسم کے ٹشو پیپر تہہ در تہہ چسپاں کر دیئے جاتے ہیں تا کہ انہیں دراڑوں سے محفوظ کیا جا سکتے ایک بار پھر رگڑ دیا جاتا ہے تا کہ یہ اس قابل ہو جائے کہ اس میں رنگ بھرا جا سکے۔

پیپر ماشی کا کام مٹی کے علاوہ لکڑی پر بھی ہوتا ہے جو مندرجہ بالا اشیاء سے مختلف ہوتا ہے اور ماضی میں تو خاص طور پر ہی مختلف تھا۔ ماضی میں اسے لکڑی کی کھال سے ڈھانپ دیا جاتا تھا جو کہ کاغذ اور رنگ کی مدد

سے کی جانے والی پیپر ماشی روایتی طور پر سنہری سفید سرخ اور پیلا رنگ استعمال ہوتا ہے۔عصر حاضر کے کچھ دستکار ڈسٹمپر بھی استعمال کرتے ہیں لیکن رنگائی کا روایتی کام آج بھی کیا جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پیپر ماشی کے ماہرین ایک اقلیتی طبقہ ہے جس پر اب کوئی توجہ نہیں دی جا رہی اس حوالے سے کتاب ''کشمیر کے فنون لطیفہ'' میں درج ہے:

> کشمیر پیپر ماشی کے ماہرین کی معقول آمدنی ہے مگر وہ مستقبل کی پرواہ کیے بغیر کمائی کی رقم کو بیک وقت خرچ کر دیتے ہیں اکثر گھروں میں رات کا سالن بھی نہیں ہوتا وہ اپنے صحن کی جنگلے کی لکڑیاں توڑ کر چولہا جلاتے ہیں اور اگلے روز اپنی تیار کردہ چیزوں کو بیچ کر دوبارہ جنگلہ مرتب کرتے ہیں۔(۳۱)

پیپر ماشی کے عظیم ماہر ''سید تراب'' نامی گرامی استاد گردانے جاتے ہیں جو ۱۸۷۰ء تک حیات رہے۔۳۲؎ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس فن میں زیادہ تر اہل تشیع لوگ وابستہ رہے ہیں۔ پاکستان میں اس فن کے نمائندہ شخصیت خواجہ غلام محمد کاوس تھے جنہیں صدرِ پاکستان کی طرف سے اس فن میں گولڈ میڈل دیا۔خواجہ صاحب کشمیری النسل تھے مگر ہجرت کر کے پاکستان میں آباد ہو چکے تھے۔(۳۳)

المختصر یہ کہ ریاست جموں وکشمیر کی دستکاریاں اس خطہ کی تاریخی داستان کی طرح اپنے اندر ارتقاء اور عروج وزوال کی ایک مسلسل اور مربوط داستان سموئے ہوئے ہے۔جس طرح یہ خطہ ماضی میں آزادانہ حیثیت کے باوجود بھی عبرت کا مرقع رہا ہے۔اس خطہ میں ہمیشہ سے افراتفری کے حالات رہے ہیں جنہوں نے اس قوم یعنی یہاں کے انسانی معاشرہ کو تعمیر وتخریب اور تہذیب وتمدن کو کبھی پروان نہیں چڑھنے دیا جس کی ایک مثال زمانہ قدیم سے ہی اشوک، چندر گپت موریہ اور ہرش جیسے حکمرانوں کے ادوار کی دی جاسکتی ہے۔اس کے علاوہ ہندو معاشرہ کے ذات پات کے بندھنوں اور تفریقات میں جکڑے ہونے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ان حالات نے یہاں کے لوگوں کے اندر موجود تخلیقی وتحقیقی قوتوں کو مردہ کر دیا تھا۔ ہندو مذہب میں اگرچہ بہت سے کام بھی ہوئے ہیں چوں کہ سماج کسی ایک فن کی وجہ سے نہیں بنتا بلکہ وہ مختلف فنون کا مجموعہ ہوتا ہے۔ یہ فنون بھی سیاسی حالات کی نظر ہو جاتے ہیں، جب ہندوستان اور کشمیر میں مسلمان اسلام کی روشنی لے کر آتے ہیں تو وہ ہندو مذہب کے فنون لطیفہ کی روایات کو کیسے تسلیم کر سکتے ہیں؟ تو یوں ایک تہذیب وثقافت اور فنون لطیفہ نے دوسری تہذیب کا خون بہا کر خود کو اس خطہ میں نمایاں کرنے کی ایک سعی کی۔

مسلم دورِ حکومت میں ریاست جموں وکشمیر میں وسیع تناظر میں کوئی تہذیبی وثقافتی ٹکراؤ نظر نہیں آتا مگر اس کے باوجود بھی یہاں سیاسی حالات مستحکم نظر نہیں آتے ہیں لیکن اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ یہاں ترقی کی تمام راہیں مسدود ہو چکی تھیں۔ یہی نہیں بلکہ اس خطہ نے برصغیر میں ہونے والی معاشی ترقی مثلاً قیمتوں

کا تعین، کنٹرول نافذ کرنیوالی مشینری اور اشیاء کی فراہمی وغیرہ کا بھرپور اثر قبول کیا اور اپنے خطہ کو بھی بھرپور طریقے سے معاشی سطح پر اُجاگر کرنے کی کوشش کی۔ جس کی ایک مثال زین العابدین بڈ شاہ (۱۴۵۰ء) کی دی جا سکتی ہے۔

اس خطہ میں ہونے والی افراتفریوں نے تخت شاہی کی خاطر بھائی، باپ، رشتے داروں دوسرے خاندان کے لوگوں کے خون نے جتنا نقصان پہنچایا ہے اس کا ازالہ تا قیامت نہیں کیا جا سکتا۔ تخت شاہی کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ بادشاہوں کا دست وگریبان ہونا اور برسراقتدار آتے ہی ناجائز ٹیکسوں، لوٹ مار، بغاوتوں، جاگیرداری نظام وغیرہ نے دستکاریوں کو پروان چڑھنے نہیں دیا۔

وقت کے ساتھ اگر کچھ دستکاریوں کا تذکرہ ملتا بھی ہے تو وہ مسلم تہذیب وثقافت کے زیر اثر ہی ملتی ہیں اور اُس میں بھی ہمیں بغدادخ قاہرہ، قرطبہ، دمشق وغیرہ کے علوم وفنون کا خاصہ اثر ملتا ہے۔ خطہ کشمیر عہد سلاطین سے لے کر ڈوگرہ دورِ حکومت تک سیاسی انتظار کا شکار نظر آتا ہے۔ جس کی وجہ سے یہاں علوم وفنون میں وہ ترقی نظر نہیں آتی جس کی منتظر ہماری نظر وفکر ہے۔ اس سے قبل کے ڈوگرہ دورِ حکومت میں یہاں کی معیشت کو استحکام نصیب ہوتا تو ہمیں سیاسی حالات میں ایک اور ہلچل برطانوی حکومت کی طرف سے نظر آتی ہے جس نے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق اس خطہ کہ ہر شعبے میں عمل دخل دینا شروع کر دیا۔ برطانوی ڈپلومیسی نے اس خطہ کی تمام تر دولت، پیداوار اور معاشی ذرائع اور اس کے ساتھ ساتھ اس قوم کے لوگوں کی تاریخ کو مسخ کر کے رکھ دیا۔

۱۹۴۷ء سے لے کر عصر حاضر تک ریاست جموں وکشمیر نامساعد حالات اور تاریخی افراتفریوں کے اثر سے ابھی تک بھی بازیاب نہیں ہو سکا۔ ریاست جموں وکشمیر کو سرحدوں میں اس طرح مقید کر دیا گیا ہے کہ یہاں کی معاشی وثقافتی ترقی ان سے باہر نہیں آ سکتی۔ یہ گلوبل ویلج کا دور ہے جس میں فنون لطیفہ کے ذریعے سے ایک تہذیب دوسری تہذیب میں اپنی پہچان کرواتی ہے۔ اس لئے ریاست جموں وکشمیر کی دستکاریوں کو وسیع پیمانے پر پھیلانے کا مطلب یہ کہ کشمیری قوم اپنی تہذیبی وثقافتی نقطہ نظر سے ایک الگ پہچان رکھتی ہے۔ اس پہچان کو یہاں کے نامساعد حالات دن بدن تباہ وبرباد کر رہے ہیں۔ جب تک کسی خطہ وملک کے حالات ٹھیک نہیں ہوں گے وہاں معاشی ترقی کے آثار بھی ناممکن ہوں گے۔ اس لئے نہ صرف جموں وکشمیر کے حالات میں بہتری لانے کی ضرورت ہے بلکہ اس خطہ کے اندرونی حالات کو بھی بہتر کرنے کی ایک سعی نظر آنی چاہیے تاکہ وہاں معاشی ترقی ہو سکے۔ اس سلسلے میں ریاست جموں اور خاص طور پر آزاد کشمیر کو صنعتی سطح پر کچھ بہتر انتظامات کرنا ہوں گے۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ گمی، سلیم خاں، کشمیرادب وثقافت، یونیورسٹل بکس، لاہور۱۹۶۴ء، ص:۸۸

۲۔ فوق، محمدالدین، شاب کشمیر، ویری ناگ پبلشرز، میر پور، آزاد کشمیر۱۹۸۷ء، ص:۱۸۵

۳۔ میر، جی-ایم، جموں وکشمیر کی جغرافیائی حقیقتیں، مکتبہ رضوان، میر پور آزاد کشمیر، ۲۰۰۱ء، ص:۲۵۰

4. Imperial Gazetter of India, *Kashmir and Jammu*, Sang-e-Meel Publications Lahore, 1983, P:121

۵۔ فوق، محمدالدین، تاریخ بڈ شاہی، جلد دوم، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء، ص:۲۸۸

6. Younghusband, Sir.Francis, *Kashmir*, London, 1924, P:24

۷۔ قدوسی، اعجازالحق: مترجم، تزک جہانگیری، مجلس ترقی ادب، لاہور۱۹۷۰ء، ص:۲۰۲

۸۔ چمن، لال چمن، کاشر عجائبات، جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ اینڈ کلچر اینڈ لینگوئجز، سری نگر ۱۹۸۵ء، ص:۱۹

۹۔ آفاقی، صابر، ڈاکٹر، آئینہ کشمیر، مکتبہ جمال لاہور۲۰۱۲ء، ص:۳۰

10. H.Andrews, Fred, *Indian Art and Letters*, Vol:1, The Indian Society 3, Victoria Street London, P:122

۱۱۔ ابوالفضل، آئین اکبری، مطبوعہ لکھنؤ، ص:۶۸

۱۲۔ فوق، محمدالدین، مکمل تاریخ کشمیر، ویری ناگ پبلشرز، میر پور آزاد کشمیر۱۹۸۷ء، ص:۱۳۸

13. Sharma, S.K., Bakshi, S.R., *Economic Life of Kashmir*, Anmol

Publications, New Delhi, 1996, P:62

14. Sharma, S.K., Bakshi, S.R., *Economic Life of Kashmir*, Anmol Publications, New Delhi, 1996, P:65

15. Saraf, D.N., *Art and Craft of Jammu & Kashmir*, New Delhi, P:94

۱۶۔ قریشی، محمد عبداللہ، آئینہ کشمیر، آئینہ ادب، چوک اُردو بازار لاہور ۱۹۶۶ء، ص:۵۹

17. Kaul, P.A., *Geography of Jammu & Kashmir State*, Verinag Publishers Mirpur, Azad Kashmir, 1991, P:92

18. Ibid P:92

۱۹۔ آفاقی، صابر، ڈاکٹر، عکس کشمیر، مقبول اکیڈمی، سرکلر روڈ لاہور ۱۹۹۰ء، ص:۱۴۹

20. Kaul, P.A., *Geography of Jammu & Kashmir State*, Verinag Publishers Mirpur, Azad Kashmir, 1991, P:90

۲۱۔ فوق، محمد الدین، شاب کشمیر، ویری ناگ پبلشرز، میر پور، آزاد کشمیر ۱۹۸۷ء، ص:۱۹۰

22. Imperial Gazetter of India, *Kashmir and Jammu*, Sang-e-Meel Publications Lahore, 1983, P:121

23. Ibid P:122

۲۴۔ عبدالرحمان، صباح الدین، ہندوستان کے مسلمانوں کے تمدنی جلوے، ایم-اے روہتاس بکس، احمد چیمبرز، ٹیمپل روڈ لاہور ۱۹۹۰ء، ص ۲۴۰

۲۵۔ فوق، محمد الدین، شاب کشمیر، ویری ناگ پبلشرز، میر پور، آزاد کشمیر ۱۹۸۷ء، ص:۱۸۵

۲۶۔ آفاقی، صابر، ڈاکٹر، تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۸ء، ص:۱۱۰

۲۷۔ فوق، محمد الدین، شاب کشمیر، ویری ناگ پبلشرز، میر پور، آزاد کشمیر۱۹۸۷ء، ص: ۱۸۷

۲۸۔ ایضاً، ص: ۱۸۸

29. Imperial Gazetter of India, *Kashmir and Jammu*, Sang-e-Meel Publications Lahore, 1983, P:120-121

۳۰۔ ٹینگ، محمد یوسف، رسالہ ہمارا ادب (مضمون: دستکاریاں از سید خورشید احمد قادری)، جموں و کشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگوئجز، سری نگر، ۱۹۸۰ء، ص: ۲۲۵

۳۱۔ اختر، ہدایت اللہ، کشمیر کے فنون لطیفہ، مترجم: پنجابی ادبی اکیڈمی، ۱۹۲۴ء، دہلی، ص: ۹۸

۳۲۔ میر، جی۔ایم، جموں و کشمیر کی جغرافیائی حقیقتیں، مکتبہ رضوان، میر پور آزاد کشمیر، ۲۰۰۱ء، ص: ۲۵۰

۳۳۔ ایضاً، ص: ۵۰